فتنہ خلق قرآن اور حق پرست علماء کے مصائب

گذشتہ سے پیوستہ

(از مولوی محمد ابوالخیر مدیر پیوائی پرتاب گڈھی متعلم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ)

پولیس کمشنر ذکر شیخ سے کہتا ہے کہ مناظرہ تو دوشنبہ کے روز ہوگا لیکن تم اپنی ضمانت لاؤ تاکہ تم کو اس وقت تک رہا کیا جائے۔ شیخ کہتے ہیں کہ اس حالت میں جبکہ میں غیر ملک میں ہوں شاہی مجرم ہوں پھر بھلا بتایئے کون اپنی جان کو صریحاً ہلاکت میں ڈالکر ہماری ضمانت اپنے ذمہ لیگا آخروہ خدا کے بھروسے چھوڑ دیتا ہے گو وہ سزا کے لئے معین تھا لیکن خدا نے اس کے دل میں کچھ ایسی نرمی پیدا کردی کہ وہ بغیر ضمانت رہا کردیتا ہے یہی معنی ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم یعنی اگر تم اللہ کی مدد کروگے اللہ تمہاری مدد کریگا اس کے بعد مناظرہ کا وقت آتا ہے۔ تمام اہل بغداد مجسمہ انتظار بنے بیٹھے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے آخر مجلس مناظرہ قائم ہوتی ہے۔ مامون رشید آداب مناظرہ پر مختصر سی تقریر کرتا ہے اس کے بعد بشر مریثی سے مامون رشید نے کہا کہ شیخ سے مناظرہ کرنا تمہارے ذمہ ہے بشر مریثی یہ وہی شخص ہے جسے کبیر معتزلہ کا خطاب مل چکا تھا۔ مناظرہ بہت دیر تک ہوتا رہا جس کا یہاں بہ تحریر کرنا مضمون کو وسعت دینا ہے اس کا ماحصل اور لب لباب بس یہی ہے کہ بشر مریثی نے کہا کہ دیکھو مناظرہ کرتے ہوئے بہت وقت گزر چکا ہے امیرالمومنین کو فیصلہ کا انتظار ہے لہذا اب میں تم سے صرف ایک سوال کرتا ہوں تم اس کا جواب دیدو تاکہ سارا قضیہ ختم ہوجائے۔ اب تک بشر کے تمام اعتراضات وسوالات کے جوابات شیخ عبدالعزیز نے نہایت ہی دندان شکن اور مسکت دیئے تھے۔ آخر میں اس نے یہ کہا کہ یا شیخ آپ اس بات کا جواب دیں کہ کلام مجید میں بہت جگہ ذکر ہے کہ ساری اشیاء کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے اب یہ بتایئے کہ کلام مجید اشیاء میں داخل ہے کہ نہیں شیخ عبدالعزیز کہتے ہیں کہ پہلے اشیاء کی تعریف سن لو کیونکہ ایسا سوال کرنا ہی غلط ہے اور سوال میں دھوکا دیا گیا ہے لیکن بشر نے اصرار کیا کہ میں تو صرف یہ پوچھتا ہوں کہ کلام مجید اشیاء میں داخل ہے کہ نہیں شیخ عبدالعزیز خاموش تھے مامون رشید نے کہا کہ شیخ کیا بات ہے تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ چنانچہ شیخ نے کہا کہ قرآن مجید اشیاء میں داخل ہے یہ کہنا تھا کہ تمام معتزلہ کی جماعت جوکہ وہاں پر موجود تھی اور مامون رشید ایک شور ہنگامہ مچا دیتے ہیں اور مامون رشید نہایت ہی شادان وفرحاں نظر آنے لگتا ہے مجلس میں ایک دھوم سی مچ جاتی ہے جب شیخ نے یہ کیفیت دیکھی تب تو شیخ کو جوش آیا اور کہا کہ اے معتزلہ کی جماعت کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ رب العالمین کلام مجید میں فرماتا ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت تو اب بتاؤ کہ کیا اللہ کو موت ہے یہ آواز مجلس میں بجلی کی طرح کوند جاتی ہے اور وہی مامون رشید جوکہ ابھی ابھی نہایت شادان وفرحاں نظر آرہا تھا اب اس کی زبان سے یہ کلمہ برابر جاری ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ کی ذات موت سے بری ہے۔ شیخ عبدالعزیزؒ نے کہا کہ جس طرح اللہ کی ذات موت سے بری ہے اور اس کا قائل کافر ہے ٹھیک اسی طرح اللہ کی صفات قدیم ہیں اور اس کا منکر کافر ہے۔ پھر اب کیا تھا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ مامون رشید شیخ عبدالعزیز کے حسن جواب اور قابلیت کی داد دیتا ہے اور نہایت اعزاز واحترام سے پیش آتا ہے اور ان کو انعام واکرام دیکر ان کے وطن روانہ کرتا ہے۔

اس کے بعد معتصم کا زمانہ آتا ہے اور یہ فتنہ اس زمانہ میں اور زور پکڑ لیتا ہے اور علماء کے لئے ابتلاء ومحن کی صورت میں پیش ہوتا ہے اس زمانے میں بھی علماء پر بڑی بڑی تکالیف ڈھائی گئیں۔ بہت علماء نے تو اقرار کیا لیکن صرف چند علماء باقی رہ گئے تھے جنھوں نے جیل خانہ کی زنجیر سے دوچار ہونا منظور کیا لیکن حق سے اعراض نامنظور کیا لیکن ان تمام علماء میں جو کہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں وہ امام المجددین سید المصلحین امام احمد بن حنبلؒ ہیں ان کا ساتھ محمد بن نوح نیشاپوری نے دیا اور علامہ قواریری اور علامہ سجادہ صرف ایک رات تک اس میں مبتلا رہے جب ان کو وزن دار بیڑیاں پہنائی گئیں ایک رات تک تو ٹھیرے رہے اس کے بعد ان دونوں علماء نے بھی اقرار کرلیا اور اپنے آپ کو اس طرح مصیبت سے بچا لیا امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کو بیڑیاں پہنائی گئیں اور جبکہ وہ جیل خانے سے منتقل ہو رہے تھے اور دربار میں لائے جارہے تھے ان سے کہا گیا کہ بغیر کسی مدد کے تم خود ہی اونٹ پر سوار ہو گو یہ امر بہت ہی مشکل تھا ان کی طاقت سے باہر تھا انھوں نے سواری پر چڑھنے کا قصد کیا اور عنقریب تھا کہ وہ گر جاتے لیکن خداوند قدوس نے ان کی مدد کی اور آخر اونٹ پر سوار ہوئے راستہ میں محمد بن نوح کا انتقال ہوجاتا ہے اور حضرت امامؒ ان کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں اب صرف شہسوار حریت امام احمد بن حنبل تن تنہا رہ جاتے ہیں ان کو دربار میں لایا جاتا ہے ان کو سمجھایا جاتا ہے آخر مناظرہ ہونا طے پاتا ہے مناظرہ ہوتا ہے خلق قرآن کے متعلق تمام سوالات ہوتے ہیں امام نہایت ہی اچھے جواب دیکر ان کو خاموش کردیتے ہیں اس کے بعد رویت باری تعالیٰ اور جسمیت باری تعالیٰ کے متعلق مناظرہ ہوتا ہے۔

ان اعتراضات کے جواب بھی امام صاحب نہایت ہی احسن طریقے سے دیتے ہیں بہت قریب تھا کہ معتصم ان کو آزاد کردیتا لیکن معتزلہ کی جماعت جس کا سردار داؤد معتزلی جیسا وہاں موجود تھا۔ جب جواب سے مایوس ہوجاتی ہے معتصم کو برانگیختہ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یا امیر المومنین یہ شخص گمراہ ہے کافر ہے مستحق قتل ہے اس نے دو خلیفہ کی اہانت کی ہے اگر اس کو قتل نہ کیا گیا تو یہ فتنہ وفساد پھیلاتا رہے گا جب یہ باتیں معتصم کے گوش گزار کی جاتی ہیں وہ جلاد کو حکم دیتا ہے کہ تمام جلد حاضر ہوں راستے میں امام صاحب کو ایک چھوٹا تھا اس نے کہا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں میں فلاں چور ہوں میرے جسم پر سیکڑوں کوڑے لگ چکے ہیں لیکن میری یہ کیفیت ہے کہ اِدھر جیل خانے سے چھوٹا اور اُدھر چوری کرنے کی غرض سے نکل پڑا یہ صرف شیطان کی اطاعت میں ہے آپ نے اگر اللہ کی اطاعت میں اتنا بھی نہ کہا تب تو کچھ نہ کیا امام صاحب نے کہا واقعی اگر ایسا میں نے نہ کیا تو میری حق پرستی پر تف ہے آخر جلاد آتے ہیں امام صاحب دوزانو ہوجاتے ہیں اور اللہ رب العالمین سے دعا کرتے ہیں کہ خدایا اگر میں حق راستہ پہ ہوں تو تو میری مدد کرنا مجھے استقامت دینا۔ امام صاحب جبکہ اپنی زندگی کو جیل خانہ کی اندھیری کوٹھری میں بسر کر رہے تھے وہ جیلخانے آجکل کے جیسے نہ تھے۔ وہاں تو سورج و روشنی کا پتہ ہی نہ تھا تو علما ان سے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب ایسے وقت پر اگر اقرار کیا جائے تو کیا خرابی ہے امام صاحب نے ان تمام علماء سے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اوائل اسلام میں جبکہ مسلمانوں کو صبر شکن صدمات سے دوچار ہونا پڑتا تھا انھوں نے دربار نبوی میں اس کے دفعیہ کی خاطر عرض کیا لیکن دربار نبوی سے جواب ملا کہ لوگو! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ پہلے زمانہ میں جو لوگ اللہ کے نیک بندے ہوا کرتے تھے ان کے اوپر آرے چلائے جاتے تھے لیکن وہ اپنی زبان سے اف تک نہ کرتے تھے امام صاحب نے کہا کہ بتاؤ اس حدیث کو کیا کیا جائے تمہارے بیان حیلہ کو رخصت کہا جاتا ہے آخر تمام علماء مایوس ہو کر چلے آتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کی

خاطر جلاد حاضر ہوتے ہیں ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ امام صاحب کا ہاتھ لکڑی کے ساتھ باندھ دیا جائے پھر ان کے اوپر کوڑوں کی بارش ہو۔ چنانچہ ان کے اوپر کوڑوں کی بارش شروع ہوتی ہے امام صاحب کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین کیا تم کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تین شخص کو قتل کرنا جائز ہے اس کے علاوہ نہیں اور میں ان تینوں میں سے کسی سے تعلق نہیں رکھتا ہوں امام صاحب نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ و جدال جاری رکھوں گا جب تک کہ وہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں حالانکہ میں اس کا قائل ہوں امام صاحب نے کہا کہ امیر المومنین اسوقت تم کیا جواب دوگے جبکہ میدان محشر میں تمام اولین و آخرین کا مجمع ہوگا اور تم خداوند قدوس کے سامنے ٹھیک اسی طرح کھڑے ہو گے جس طرح آج میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں یہ الفاظ امیر المومنین کے دل میں گھستے ہیں اور قریب تھا کہ وہ امام صاحب کو آزاد کر دے لیکن معتزلین نے پھر بھڑکایا۔ اور ان کے اوپر کوڑے لگنے شروع ہوگئے پہلا کوڑا لگا تو کہا بسم اللہ دوسرا لگا تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ تیسرا کوڑا لگا تو کہا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا اس کے بعد کوڑے پر کوڑے لگ رہے تھے امام احمد بن حنبل کے جسم سے خون کا فوارہ جاری تھا آہ! فآہ ثم آہ یہ ان علماء کو تکلیف دی جارہی تھی جن کے متعلق خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ہاں جن کے متعلق سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین میں سب سے بڑھکر علماء کی جماعت ہے جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے اندر انبیاء اور علماء کے مراتب میں صرف ایک ہی مرتبہ کا فرق ہوگا آج ان کو اس طرح تکلیف دی جارہی ہے آہ ان کی اس طرح بے عزتی اور بے قدری کی جارہی ہے تکلیف دینے والے غیر نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنی اپنوں سے تکلیف پہونچتی ہے اتنی اغیار سے نہیں چاہیے تو یہ تھا کہ امام احمد بن حنبل کی قدر منزلت کی جاتی لیکن آہ ان کے اوپر وہ کوڑے لگائے جارہے ہیں اگر کسی ہاتھی پر لگائے جائیں تو خدا کی قسم وہ چیخ کر بھاگے لیکن خدا کے اس عزیز بندے کو دیکھو کہ کوڑے پر کوڑے کھا رہا ہے لیکن اف تک نہیں کرتا اگر زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہے تو صرف یہی کہ قرآن مجید غیر مخلوق ہے۔ سر پہ بادشاہ کھڑا ہوا ہے وہ بادشاہ جس سے سلاطین جہاں ہر وقت لرزاں رہا کرتے تھے جس کے دربار میں قیصر قسطنطنیہ کو کتے کا خطاب دیا جاتا تھا۔ لیکن امام صاحب کو وہ عزم بنے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں ہوتی ہے معتصم سب کچھ کر سکتا تھا لیکن حق کی آواز کو کبھی مونہ کر سکتا تھا امام صاحب کوڑے کھا رہے ہیں معتصم کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے بندے اب بھی تو اپنے قول سے باز آجا تیری بیڑیاں میں خود اپنے ہاتھوں سے کھولنے کے لئے تیار ہوں تجھے اپنے عزیز بیٹے ہارون جیسا تصور کروں گا۔ تیرا نہایت ہی اعزاز و احترام کرونگا لیکن امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں تمہارے قول کو بسرو چشم تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن قرآن و حدیث سے کچھ پیش کرو اگر کوئی دلیل نظر آگئی تو میں اپنے سر کو خم کر دوں گا شریعت کے اندر یہی دو چیزیں ہیں اب نہ شریعت میں تیسری چیز ہے اور نہ میں تیسری چیز کو تسلیم کرنے کیلئے تیار۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خداوند قدوس نے کہا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یہی وہ امام صاحب ہیں جن کو اللہ نے ایک نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ سردار دو جہاں کی سیرت مبارک ان کو یاد تھی

کہ آنحضورؐ کے سامنے ساری دنیا کی چیزیں پیش کی جا رہی ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب رکھ دیا جائے اور دوسرے میں ماہتاب پھر بھی میں اپنے فرائض کے انجام دینے سے باز نہیں آ سکتا آخر تمام کفار خائب و خاسر ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ چیزیں تھیں جو کہ امام صاحب کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو چکی تھیں اور انحراف حق سے مانع تھیں سچ تو یہ ہے کہ جس کے قلب میں خدا کی سچی عظمت و وقعت بیٹھ جاتی ہے اس کے سامنے انسان کی حقیقت ایک مکھی سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی ہے جس کے دل میں عشق حقیقی کا جذبہ موجزن ہوگا اس کے سامنے دنیا کی ساری تکلیفیں ہیچ ہیں اگر حکم مل جائے کہ لوہے کے کانٹے پر لیٹ جاؤ تو عاشق جانباز نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس پر لیٹ جائے گا اور اسے کچھ بھی نہیں معلوم ہوگا یہی توجہ ہے کہ امام صاحب کے اوپر اتنے کوڑے پڑ رہے ہیں بیہوش ہو ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے قول حق سے باز نہیں آتے۔ کیا بات تھی وہ صرف یہی کہ ان کے ایک ایک عضو میں اللہ کی محبت اس کے رسول کی سچی الفت گھس چکی تھی آخر جب ان پر ضرب کاری لگ چکتی ہے تو ان کو ایک گھر میں لایا جاتا ہے ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے اور خون کا فوارہ آپ کے جسم سے جاری تھا ابن سماعہ نے اس پر اعتراض کیا امام صاحب نے کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑھ رہے تھے اور خون ان کے جسم سے جاری تھا۔ یہ تو امام صاحب کا جواب تسلی بخش تھا لیکن درحقیقت واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ خون ناپاک تھا تو پھر نہیں سمجھا جا سکتا ہے اور کون سی چیز پاک ہو سکتی ہے اگر یہ خون ناپاک تھا تو دنیا کی ساری پاکیاں اس پر قربان دنیا کی ساری طہارتیں اس پر نچھاور اس کے کیا معنی؟ پاک سے پاک انسان اگر مرے تو اس کو غسل دیا جائے اور شہید مرے تو اس کو یوں ہی دفن کر دیا جائے نہ اس پر نماز پڑھی جائے اور نہ اس کو غسل دیا جائے اور خون بہ رہا ہے اسی حالت میں ان کو دفن کر دیا جائے کیونکہ اسی حالت میں ان کا انتظار کیا جا رہا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا ہے ہاں انہی کے لئے کہا گیا ہے بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ اللہ اللہ یہاں طہارت و پاکیزگی کا کیا سوال ہے سچ تو یہ ہے کہ امام صاحب نے اگر عمر بھر میں کوئی بے نظیر عبادت کی ہے تو وہ صرف یہی ہے عمر بھر کی ساری عبادتیں ایک جانب اور یہ مختصری عبادت دوسری جانب یقیناً یہ بھاری ہو جائے گی اللہ کے دربار میں کھڑے ہوئے اس سے سرگوشیاں کر رہے ہیں اور جسم سے خون بہہ رہا ہے اللہ کی تسبیح و تہلیل سے زبان تر ہے۔ اس کے بعد امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا زمانہ ہے اور وہ بھی اس فتنے سے محفوظ نہ رہ سکے اور ان کے اوپر بھی مصیبتیں آئیں۔ بائیکاٹ کیا گیا قطع علائق کیا لیکن دامن استقلال کا چھٹنا ناممکن تھا آخر حق کی فتح ہوتی ہے اور دنیا پر خوب ترین واضح و روشن ہو جاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ اس مسئلہ میں کسقدر غلط پہلو کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ یہ تھے ہمارے حق پرست علماء کے جگر سوز قلب دوز مصائب و آلام جنھوں نے دین حقہ کی اشاعت میں اپنی جان کی قربانی کی مگر اسلام پر ادنیٰ سا نقصان نہ آنے دیا انھوں نے خون کی ندیاں بہا کر حق کی آواز کو بلند کیا عصر حاضرہ میں بھی علماء کی جماعت موجود ہے اسلام کی گردن پر تلوار چل رہی ہے لیکن ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہو رہا ہے ہم ٹس سے مس بھی نہیں ہو رہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس واقعہ نصیحت آموز سے عبرت حاصل کی جائے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض جس کے متعلق کہا گیا ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر جو کہ علماء کی جماعت پر عائد ہوتا ہے اس کو انجام دیکر سبکدوشی حاصل کی جائے۔ دربار خداوندی میں التجا ہے کہ حق کے بلند کرنے کی توفیق اور حق پر استقامت عطا کرے آمین ثم آمین۔